امام ابو حنیفہؒ کی فقہی مجلسِ شوریٰ اور اس کے اصول وضوابط

Imam Abu Hanifa, His Academic Majlis-i- Shura, Its rules and regulations

☆ڈاکٹر حافظ محمد اسماعیل عارفی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اصول الدین، کلیۃ معارف اسلامیہ، جامعۃ کراچی

☆☆محمد عرفان نذیر

ریسرچ اسکالر، شعبہ اصول الدین، کلیۃ معارف اسلامیہ، جامعۃ کراچی

ABSTRACT:

Imam Abu Hanifa is Tabiee(The one who saw Sahabi). All Hanfi and most of the non hanfi biograghy reporters confessed his tabieeat. Instead he is top ranked among all the tabiees due to excess of reward (كثرتِ ثواب و اجر). Imam Abu Hanifa, as well as, other imams presented their legislative (ijtihadi)work to Ummah in 2ndcentury A.H.But the popularity received by Imam Abu Hanifa's work is awesome as his fiqh is followed by the majority of muslim ummah from that time till now. What are the causes and factors behind this immense popularity and people-following? Islamic Researchers expressed different causes which include Imam Abu Hanifa's sincerety, His piety and fear of Allah, closeness of fiqh Hanfi to Quran and Sunnah, availability of very qualified students. But the main reason which was a very unique achievement that he laid the foundations of his fiqh on the basis of Shari'i opinions and liked Shurai opinion against personal opinionin comparison with other scholors. So, he founded Majlis e Shura where he discussed the issues in this assembly (Majlis e Shura) and then after listening the arguments of all member councils, he would make a decision.And then this decision was written in the documents and in this way, he has exploited and extracted the solution to thousands of issues.There were some rules and regulations of this council that according to which it fixed the meeting. A brief presentation of this assembly, and also some of the governing rules and regulations adopted in this Council (Majlis e Shura) are gathered in this article.

Keywords: Imam Abu Hanifa, Majlis, Shura, Fiqh Hanfi.

تمہید وتعارف:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ائمہ اربعہ میں سب سے مقدم ہیں۔ خوش قسمتی سے تابعیت کا شرف بھی ائمہ اربعہ میں سے صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ احناف میں سے تو تقریباً تمام سوانح نگاروں اور غیر حنفیہ میں سے بھی اکثر نے آپ کی تابعیت کا اقرار واثبات کیا ہے۔ آپ نہ صرف یہ کہ تابعی ہیں بلکہ کثرتِ ثواب کی بنیاد پر علماء نے آپ کو اور صرف آپ کو سب سے افضل تابعی قرار دیا ہے۔[1] اس حیثیت سے آپ کا مقام اپنے بعد کے تمام ائمہ مجتہدین میں نرالا اور ممتاز ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دوسری صدی ہجری میں اپنے اجتہادی کام کو امت پر پیش کیا۔ دوسری صدی ہجری اس حیثیت سے اپنے بعد کی تمام صدیوں پر فوقیت رکھتی ہے کہ اسی صدی میں تقریباً تمام مجتہدین بالخصوص ائمہ اربعہ نے اپنے اپنے اجتہادی کام کو امت مسلمہ پر پیش کیا اور پھر اس سلسلہ میں جو شرفِ قبولیت عند اللہ وعند الناس اور ہر دل عزیزی امام ابو حنیفہ کے حصہ میں آئی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ چنانچہ دوسری صدی سے لے کر آج تک امت مرحومہ کا ایک کثیر طبقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پیش کردہ اجتہادات (فقہ حنفی) پر عمل پیرا ہے اور یہ فقہ روز افزوں اپنی وسعت، عمق میں اضافہ ہے ہی کر رہی ہے۔ اس سلسہ میں محققین نے جائزہ لیا کہ فقہ حنفی کو جو امت نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وجود میں آنے کے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ پوری مملکتِ اسلامیہ میں پھیل گئی اور پھر پھیلتی ہی چلی گئی اس قبولیت عامہ کے ممکنہ عوامل اور اسباب کیا ہیں۔ اگرچہ اس کے مختلف محرکات ووجوہات سوانح نگاروں نے ذکر کیے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بے مثال اخلاص، آپ کا تقوی وپرہیز گاری، فقہ حنفی کا قرآن وسنت کے قریب ہونا اور آپ کو یگانہء روز گار شاگردوں کا مل جانا وغیرہ شامل ہیں لیکن سب سے اہم سبب اور منفرد کارنامہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جو اس فقہ حنفی کی تدوین میں آپ نے اختیار فرمایا جو دیگر مجتہدین میں یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ میں بھی نہیں پایا جاتا وہی ہے جسے ہم نے اس مختصر مقالہ کے عنوان میں ذکر کیا ہے یعنی "فقہی مجلسِ شوری" کے ذریعے تدوینِ احکام۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی اس فقہ کی بنیاد شوری پر رکھی اور ذاتی رائے کے مقابلہ میں شورائی فیصلے کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ آپ کا یہ امتیازی وصف تھا کہ آپ مسائل کو اپنی مجلسِ شوری میں ذکر کرتے اور پھر سب اراکینِ شوری کے دلائل کے بعد آپ ایک فیصلہ متعین فرماتے جسے پھر دستاویز میں لکھا جاتا اور اس طرح ہزاروں مسائل کا آپ نے استخراج فرمایا۔ اس مجلسِ شوری کے کچھ اصول وضوابط تھے جن کے مطابق یہ مجلس مسائل کو طے کرتی تھی۔ زیرِ نظر مقالہ میں اس مجلسِ شوری کا مختصر تعارف اور اس میں اختیار کیے گئے چند اصول وضوابط جمع کیے گئے ہیں۔

مجلس شوری کی ابتدائی تاریخ

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس معرکۃ الآراء مجلسِ شوریٰ کی بنیاد کب رکھی گئی۔ اس سوال کا کوئی واضح جواب عمومی طور پر سیر و مناقب کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ البتہ بعض علماء نے اس پر کلام کیا ہے اور اس حوالہ سے دو رائے قابلِ ذکر ہیں:

(1) بعض سوانح نگاروں کا یہ کہنا ہے کہ اس مجلسِ شوریٰ کا قیام امامِ حمادؒ کی وفات کے بعد یعنی 121ھ میں ہوا۔ کیوں کہ امام حمادؒ کی وفات کے بعد ان کا حلقہ درس ویران ہونے لگا تھا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے امام حماد کے کبار تلامذہ اور جید شاگردوں کے اصرار پر امام حمادؒ کا حلقہ درس اپنی زیرِ نگرانی شروع فرمایا اور اس حلقہ درس کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد آپ نے اس "فقہی مجلسِ تحقیق اور مجلس تدوین قوانین" کی بنیاد رکھی۔2

(2) دوسری رائے بعض محققین علماء کی یہ ہے کہ اس مجلسِ شوریٰ کا قیام 136ھ میں ہوا جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ چھ سال حرمین شریفین میں گزار کر خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دورِ حکومت میں کوفہ واپس تشریف لائے[3]۔ اس لئے کہ 120ھ کے بعد جو شاگرد آپ کے پاس آئے تھے وہ کم عمر تھے اور اس وقت اس قابل نہیں تھے کہ ان کو اس عظیم الشان مجلسِ شوری کا رکنِ رکین تسلیم کیا جائے البتہ 136ھ کے بعد جب امام صاحب رحمہ اللہ واپس کوفہ تشریف لائے تو ان اراکینِ مجلس شوریٰ کی ایک مناسب تعداد مناسب عمر کو پہنچ چکی تھی اور علم میں بھی مہارت حاصل کر چکی تھی اور خود امام صاحب رحمہ اللہ بھی بڑی عمر کو پہنچ چکے تھے اور خاص کر حرمین شریفین میں چھ سال کے طویل عرصہ میں آپ نے مزید سینکڑوں علماء اور مشائخ سے تحصیلِ علم کیا اور اس دوران کثیر استفتاء آپ پر پیش کئے گئے کیوں کہ آپ امامِ حماد رحمہ اللہ کے جانشین تھے اور امام حماد رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے بلکہ آپ کے لئے تو اصحابِ سیر نے كان مفتي الكوفة والمنظور إليه في الفقه بعد موت إبراهيم النخعي حماد بن أبي سليمان فكان الناس به أغنياء کے الفاظ نقل کیے ہیں4۔ امام ابو حنیفہ کوفہ کے انہی مفتی اعظم کے جانشین قرار پائے اور دس سال تک اس حلقہ درس کو زینت بخشی، پھر حالات ساز گار نہ ہونے کے باعث حرمین شریفین عارضی ہجرت کر گئے۔ اتنی بڑی مسند کو اتنا لمبا عرصہ سنبھالنے کی وجہ سے اسلامی دنیا کے علماء اور عوام کی ایک بڑی تعداد آپ کے نام سے واقف ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ جب کوفہ تشریف لائے تو امام صاحب رحمہ اللہ کا نام سن کر فرمایا: قد سمعت به و لكني لم اره یعنی ان کا تذکرہ تو سنا لیکن پہلے کبھی دیکھا نہیں[5]۔ امام ابو حنیفہ کی اسی شہرت کی وجہ سے ہر مصیبت زدہ اور پریشان حال آپ سے مسئلہ پوچھنے آتا اور آپ اس کی شرعی رہنمائی فرماتے۔ ان حالات کے تناظر میں آپ نے فیصلہ کیا کہ اب باقاعدہ ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کی

جانی چاہئے جس میں ان تمام مسائل کو حل کیا جائے اور امت کے لیے یہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہو تا کہ بعد میں آنے والے ان فتاویٰ سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ 136ھ میں آپ نے مجلس شوری کی بنیاد رکھ دی۔

ہماری رائے کے مطابق یہ دوسرا قول ہی راجح ہے البتہ ہمارے نزدیک اس میں قدرے تفصیل یا تطبیق ہے کہ اگرچہ باقاعدہ مجلسِ شوری کا قیام تو 136ھ کے بعد ہوا لیکن اس سے پہلے کا جو وقت ہے یعنی 120ھ سے 136ھ کے سولہ سال وہ اسی مجلسِ شوری کا مقدمہ یا تمہید ہے۔ اس عرصہ میں امام صاحب رحمہ اللہ نے اس مجلس کے اکثر رجالِ کار تیار کیے جن پر بعد میں مجلسِ شوریٰ کی بنیاد رکھی گئی[6]۔ ان اراکینِ مجلس نے زیادہ تر انہی سولہ سالوں میں مختلف اَدوار میں امام صاحب رحمہ اللہ سے خصوصاً اور دیگر اکابرینِ زمانہ سے عموماً کسبِ فیض کیا۔ صیمری وغیرہ اربابِ سیر کے الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ:

فاختلف إليه الطبقة العليا ثم جاء بعدهم ابو يوسف وأسد بن عمرو والقاسم بن معن وأبو بكر الهذلي والوليد بن أبان یعنی چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس امامِ حماد کے شاگردوں کا اونچا طبقہ آمد و رفت رکھنے لگا پھر ان کے بعد ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، ابو بکر ہذلی اور ولید بن ابان وغیرہ آگئے۔"[7]

ان سولہ سالوں میں امام صاحب رحمہ اللہ نے زیادہ تر درس و تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، شاگردوں میں قابلیت پیدا کرنے کی انتہائی کوشش فرمائی، تربیت کے لیے کبھی کبھی مناظرانہ طرزِ عمل اختیار فرماتے، شاگرد آپ کے سامنے باقاعدہ بحث کرتے[8]۔ الغرض امام حماد کی وفات کے بعد 136ھ تک کے سولہ سال مجلسِ شوری کی تاسیس و تشکیل کا ابتدائی مرحلہ ہے اور 136ھ کے بعد کے چودہ سال باقاعدہ مجلسِ شوری کا وہ دور ہے جس میں فقہی فیصلے کیے گئے، شرعی مسائل حل کئے گئے اور دیوان وکتبِ فقہ مرتب و مدوّن ہوئیں۔

اراکینِ شوری

محققین کے نزدیک اس فقہی مجلسِ شوری کے اراکین کی تعداد چالیس تک پہنچ جاتی ہے جن میں امام ابو یوسف، امام زفر، امام حسن بن زیاد، امام وکیع بن الجراح، امام عبد اللہ بن مبارک، امام داؤد طائی، امام حفص بن غیاث، امام محمد بن زکریا ابن ابی زائدہ، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام یوسف بن خالد السمتی، امام عافیہ بن یزید، امام حبان بن علی، امام مندل بن علی، امام علی بن مسہر، امام

قاسم بن معن المسعودی، امام اسد بن عمرو البجلی، امام نوح بن ابی مریم الجامع، امام نوح بن دراج، امام عبد الرزاق، امام حفص بن سلم ابو مقاتل السمرقندی، امام عبد العزیز بن خالد، امام فضیل بن عیاض، امام مالک بن مغول، امام حکم بن عبد اللہ ابو مطیع بلخی، امام مکی بن ابراہیم وغیرہ حضرات کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[9] ان میں سے ہر ایک شخصیت کو کسی نہ کسی فن اور اسلامی علم مثلاً حدیث ،لغت، ادب وغیرہ میں اختصاص و کمال حاصل تھا۔ جب بھی کسی فقہی مسئلہ پر بحث ہوتی اور متعلقہ فن کے حوالے سے کوئی چیز قابلِ غور ہوتی تو ان کی طرف رجوع کیا جاتا۔ یہ ایسے اکابر اہلِ علم کی مشترک و نمائندہ مجلس تھی کہ تاریخِ اسلام میں اس طرح کے ماہرین پر مشتمل مجموعہ کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔[10]

مقاصدِ تاسیس

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو فقہی مجلسِ شوری قائم کی اس قیام کے کئی مقاصد آپ کے پیشِ نظر تھے۔ جن میں سے چند چیدہ چیدہ مقاصد و اغراض درجِ ذیل ہیں:

(1) حصولِ رضائے الٰہی

مقصدِ اول و اصل غرض تو اس مجلسِ شوری کے قیام کی وہی ہے جو تمام نیک کاموں کی جڑ اور بنیاد ہے اور اس کے بغیر کوئی عمل درست اور عند اللہ شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا یعنی "اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی طلب" نیز شرعی مسائل کو حل کرنا بذاتِ خود ایک بہت بڑی عبادت ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ اس کام کو ایک عبادت کی نیت سے انجام دیتے تھے۔

چنانچہ امام کردری اس مقصدِ اول کو بیان کرتے ہوئے حضرت مالک بن مغول کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ میں اکثر اوقات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں لازمی شرکت کرتا تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ سے کوئی سوال پوچھا گیا اور آپ نے حسبِ ضابطہ وہ اپنے شاگردوں پر پیش کر دیا۔ شاگرد اس کے جواب سے عاجز آگئے تو آپ نے اس میں اپنی رائے دی پھر سر جھکا لیا اور کافی دیر بعد آسمان کی طرف سر اٹھایا جب کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا: یا اللہ! آپ جانتے ہیں میں تو صرف آپ کی رضامندی چاہتا ہوں۔ یہی اخلاص للہ تھا کہ آپ ہر وقت امید و خوف کے درمیان گھرے رہتے چنانچہ جب آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ گہری سانس لیتے اور فرماتے: اے اللہ! میرا مواخذہ نہ فرمائیو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت حاضر ہوا دیکھا کہ آپ مغموم ہیں۔ آپ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: اے ابو یوسف! کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی

ہم سے جن چیزوں میں ہم مصروف رہتے ہیں سوال کرے گا؟ تو میں نے جواب دیا: حضرت! مجتہد پر صرف اجتہاد لازم ہے۔ کہنے لگے: یا اللہ! معافی والا معاملہ فرما، پھر سر اٹھایا اور فرمانے لگے: اے اللہ! ہمارا مؤاخذہ نہ فرما۔[11] محمد بن فضیلؒ کہتے ہیں:

كان أبو حنيفة إذا سئل عن المسألة قال: رب سلم رب سلم.

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے: رب سلم رب سلم یعنی یا اللہ سلامتی والا معاملہ فرما یعنی غلطی و گمراہی سے محفوظ فرما۔"[12]

آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا تو آپ اپنے شاگردوں سے فرماتے: میں نے کوئی گناہ کیا ہے اسی وجہ سے یہ مسئلہ واضح نہیں ہو رہا۔ چنانچہ آپ استغفار فرماتے اور بسا اوقات مجلس سے اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے تو اس مسئلہ کا حل سمجھ میں آجاتا چنانچہ فرماتے: مجھے امید تھی کہ مجھ پر رحمتِ حق متوجہ ہو گی۔ یہ بات جب ان کے مشہور شاگرد فضیل بن عیاض کو پہنچی تو آپ سن کر رو پڑے اور فرمایا یہ آپ کے قلتِ گناہ کی وجہ سے تھا ورنہ کسی اور کو اس طرح تنبیہ نہیں ہوتی۔[13] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور جنگِ صفین کے شہداء کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ میں کوئی ایسی بات کہہ جاؤں کہ مجھ سے حق تعالیٰ اس بارے میں سوال کریں اور اگر میں چپ رہا تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ مجھ سے ان اشیاء کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا میں مکلف ہوں لہذا انہی چیزوں میں مشغول رہنا بہتر ہے۔[14] جو دعائیں آپ اہتمام سے مانگا کرتے تھے موفق مکیؒ نے ان دعاؤں کے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ ان سب محنتوں سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقصود رضاءِ الٰہی کو طلب کرنا ہے۔ ان کی ایک دعاء کے الفاظ یہ ہیں:

انت خير المسولين، الهى سترت على فى الدنيا ذنوبا،انا الى سترهاالى يوم القيامة احوج فلا تفضحنى بها على رؤس الاشهاد- الهى لاتردنى عن حاجة افنيت عمري فى طلبها منك، اللهم هب لى توبة نصوحا----"[15]

(2) احیاء سنت اور ترویج شریعت

امام صاحب کے نزدیک اس مجلسِ شوری کے قیام کا دوسرا اہم مقصد علم شریعت اور سنت محمدی ﷺ کو زندہ اور قائم ودائم رکھنا تھا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے:

"مسعر بن کدام ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے پاس سے گزرے تو ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں تو آپ کافی دیر تک وہاں کھڑے رہے پھر فرمایا: یہ لوگ شہداء، عابدین اور تہجد گزاروں سے افضل ہیں کیوں کہ یہ سنتِ محمدی کو زندہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور یہ جاہلوں کو ان کی جہالت سے نکالنے کی محنت کر رہے ہیں۔"[16]

(3) رفعِ حرج، دفعِ تکلیف

تیسرا مقصد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس مجلس شوریٰ سے عامۃ المسلمین کے ساتھ نصیحت و خیر خواہی اور ان کو دینی تکالیف، حرج اور پریشانیوں سے نکالنا تھا جیسا کہ ابنِ حجر ہیثمی وغیرہ لکھتے ہیں:

"امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ سے بہت سے مسائل پوچھے گئے آپ ان کے جواب دیتے رہے تو کسی نے کہا کہ علماء تو اس وقت (بعد از فجر تا شروق) باتیں کرنے کو ناپسند کرتے ہیں سوائے خیر کی بات کے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا: اس سے بڑی اور خیر کی بات کیا ہو گی کہ تم یہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام۔ ہم تو اللہ کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور مخلوق کو گناہوں سے بچا رہے ہیں"۔[17]

سید عفیفی "حیاۃ الامام ابی حنیفۃ " میں لکھتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے اگر لوگوں کے حرج اور تکلیف میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں فتوی نہ دیتا اور میں سب سے زیادہ اس چیز سے ڈرتا ہوں کہ خدا نہ کرے مجھے جہنم میں داخل کر دیا جائے۔۔ دوسری روایت میں فرمایا: یہ بات یاد رکھو کہ میں نے علم کی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی مگر میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالی مجھ سے اس جواب کے بارے میں سوال کریں گے۔ اور میں سلامتی مانگنے میں بہت حریص ہوں۔ ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ جب سے مجھے یہ فقہ کا علم حاصل ہوا ہے میں نے حق تعالی کے بارے میں کوئی جرات کی بات نہیں کی۔[18]

(4) کمالِ احتیاط، شدتِ اہتمام

چوتھا مقصد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کا اس مجلسِ شوریٰ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ خوفِ خدا کی شدت کی وجہ سے اکیلے شریعت کے معاملات میں کلام نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ آپ پوری جماعت کے ساتھ مل کر شرعی مسائل کے فیصلے کرنا چاہتے تھے تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم رہے اور اقرب الی الصواب کی جستجو ہو۔ مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ، شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "منہاج السنۃالنبویۃ" کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

" یہ ہیں وہ اہل علم جو علمی باتوں میں دن رات بحث میں مصروف رہتے اور ان کا کسی سے کوئی لینا دینا نہ تھا۔(یعنی دنیوی کوئی مفاد نہ تھا)لہذا شریعت کے دلائل کو سامنے رکھ کر کبھی یہ حضرات ایک صحابی کے قول کو ترجیح دیتے کبھی دوسرے صحابی کے قول کو جیسے کہ سعید بن المسیب، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، وکیع، ابو یوسف اور محمد بن الحسن وغیرہ"۔[19]

چونکہ آپ بغیر تحقیق کے علمِ شریعت میں اپنی رائے داخل کرنے کی جرات اپنے اندر نہیں پاتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس تحقیقی کام یعنی تدوینِ فقہ کو انجام دینے کے لئے مجلسِ شوریٰ کا سہارا لیا۔ واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے موفق مکی کی زبانی سنیے:

"اسد بن عمرو کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہم سے کہا کرتے تھے جب میں تمھیں کوئی ایسی بات بتاؤں جس میں میرے پاس کوئی اثر(دلیلِ نقلی) نہ ہو تو تم لوگ اس کو ڈھونڈا کرو تمھیں کوئی نہ کوئی اثر مل جائے گا۔ ایک دفعہ امام صاحب رحمہ اللہؒ نے فرمایا: جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں تین مہینہ تمہارے قریب نہیں آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا نہیں ہو گا یہاں تک کہ وہ چار مہینے کی قسم کھالے اور اس قول پر امام صاحب رحمہ اللہ نے کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ لیکن اتنا فرمایا کہ اس بارے میں کوئی حدیث ڈھونڈتے رہنا۔ کچھ وقت گزر گیا اس دوران ہمارے پاس سعید ابن ابی عروبہ تشریف لائے اور ان کو اس زمانے میں اختلافی مسائل کو زیادہ جاننے کی وجہ سے دوسروں پر اہمیت دی جاتی تھی۔ تو ہم نے ان سے اس مسئلہ کی بابت استفسار کیا۔ انہوں نے ہمیں حدیث سنائی عامر احول عن عطاء عن ابن عباس کی سند سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی آدمی یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں تین ماہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا پھر وہ اس کو چار مہینے تک چھوڑے رکھے تو وہ ایلاء کرنے والا نہیں ہو گا۔ یہ سن کر ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خوش خبری سنائی تو امام صاحب رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ پھر ہم نے

پوچھا: حضرت آپ نے کس بنیاد پر یہ بات کہی تھی؟ فرمایا کہ قرآنِ کریم میں ایلاء کے ساتھ چار مہینوں کا ذکر ہے لیکن میں اپنی طرف سے تفسیر کرنے کی جسارت نہیں رکھتا تھا"۔[20]

شورائی فقہ کا اہم فائدہ

تدوینِ فقہ کے تحقیقی کام کو مجلسِ شوری کے ذریعے انجام دینے کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ شورائی طرز کے فیصلوں اور اجتہادات میں خطاء کا امکان کم سے کم رہ جاتا ہے شاید یہی وجہ تھی کہ امام وکیعؒ سے جب کسی نے کہا اخطاء ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو انہوں نے یہی جواب دیا تفصیلی واقعہ یوں ہے:

"وکیع بن الجراحؒ کے پاس ایک آدمی نے کسی بات پر کہا: أخطأ أبو حنيفة یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ حضرت وکیعؒ نے فرمایا: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کس طرح غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ ابو یوسفؒ، امام زفر اور محمدؒ جیسے ماہر اجتہاد و قیاس علماء ہوتے تھے۔ یحیی ابن زکریا بن ابی زائدۃ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے حافظ الحدیث ہوتے تھے۔ قاسم بن معن ابن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے لغت اور عربیت کے ماہر ہوتے تھے۔ داود بن نُصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد اور پرہیز گار ہوتے تھے۔ جن کے اصحاب اور ساتھ بیٹھنے والے ایسے ہوں تو وہ غلطی کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اگر وہ غلطی کرتے تو یہ سارے حضرات انہیں واپس حق کی طرف پھیر دیتے۔ اس کے بعد امام وکیعؒ نے فرمایا: جو آدمی ایسی بات کہتا ہے وہ تو کالانعام بل ھم اضل کا مصداق ہے۔[21] بلکہ امام ابن القیم جوزیؒ نے تو اعلام الموقعین میں اُن اجتہادات اور شرعی فتاوی کو جو شورائی طرز سے طے پائیں معصوم عن الخطاء قرار دیا ہے[22]۔

(5) علمِ فقہ، قضاء وافتاء میں رجال سازی

پانچواں مقصد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس مجلسِ شوریٰ کے ذریعے تمرین و تدریب کا ماحول بنا کر ایسے رجالِ کار پیدا کرنا تھا جو آگے چل کر امت کی دینی و شرعی، فقہی و عدالتی ضروریات کو پورا کریں۔ اسی لئے آپ نے ان کو فقیہ بنانے کے لئے اپنی پوری صلاحیتیں وقف کر دیں اور اس سلسلہ میں بہت سے اعتراضات و تنقیدات کا سامنا کرنے کے باوجود آپ نے اپنا سلسلہ تعلیم و تربیت جاری رکھا اور امت کو امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ، امام حسن بن زیادؒ، اماز فر بن ہزیلؒ، امام عبد اللہ بن مبارکؒ وغیرہ جیسے سینکڑوں اساطینِ علم عطاء فرمائے۔ اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ایک بار میں مسجد میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کے

پاس سے گزرا تو ان کے شاگرد ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا: ابو حنیفہ! آپ انہیں مسجد میں آواز بلند کرنے سے نہیں روکتے۔ آپ نے فرمایا: انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ انہیں اسی طرح سے تفقہ حاصل ہو سکے گا۔ (یعنی اس طرح بحث و تحقیق، استدلال و احتجاج کے بغیر یہ فقیہ نہیں بن سکتے۔)[23]

امام صاحب کی یہ علمی مجلسِ شوریٰ چوں کہ اپنی نوعیت کی منفرد مجلس تھی اس لئے جلد ہی قبولِ عام پا گئی اور علماءِ عصر، اکابرینِ زمانہ جو اس مجلس سے واقف تھے وہ اپنے متعلقین کو اس سے بھرپور استفادہ کرنے کی بہت زیادہ تاکید کرتے تھے۔ محدثِ زمانہ امام اعمش رحمہ اللہ سے جب کوئی مشکل فقہی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلسِ شوری کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تم لوگ اس حلقہ کو لازم پکڑ لو۔[24] اور جب کوئی طالبِ علم ان کے پاس حصولِ علم کی غرض سے آتا تو آپ اسے نعمان بن ثابت (امام ابو حنیفہؒ) کی مجلس اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔[25] امام شافعیؒ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ جو بھی فقہ کا علم سیکھنا چاہتا ہے تو وہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کو لازم پکڑ لے۔[26]

مجلسِ شوریٰ کے اصول وضوابط

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ مجلسِ شوریٰ چوں کہ غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اور امام صاحب رحمہ اللہؒ نے عظیم مقاصد کے لیے اسے ترتیب دیا تھا لہٰذا اس مجلسِ شوریٰ کے تمام معاملات اصول وضوابط کے پابند تھے۔ یہاں چند قواعد قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کیے جارہے ہیں۔

(1) مجلس کی سربراہی کا تعین

اس مجلس کا ایک بنیادی قاعدہ یہ رہا کہ اس کی سربراہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کریں گے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مجلس جو امیر اور سربراہ (چیئر پرسن) سے خالی ہو کبھی راہِ راست کو نہیں پا سکتی۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سامنے ایک حلقہ کا تذکرہ کیا گیا جو فقہی مسائل میں غور وفکر کر رہے تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہؒ نے پوچھا: ان کا کوئی بڑا ہے؟ بتایا گیا کہ نہیں۔ فرمایا: پھر یہ کبھی فقہی معاملات طے نہیں کر سکتے"۔[27] اس مجلس کی سربراہی آپ ہی کو زیب دیتی تھی کیوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کھرے کھوٹے میں فرق کا عجیب ملکہ دیا تھا۔ خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہاء کے درمیان ایسے تھے جیسے

قُطب الرحی یعنی چکی کا محور جس پر چکی کا پاٹ گھومتا ہے یا"جِہبذ"یعنی اس کھرے کھوٹے میں فرق کرنے کے ماہر کی طرح جو سونے کو پرکھتا ہے۔[28]

یحیی بن معین فرماتے تھے کہ فقہاء تو بس چار ہیں: امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، مالک بن انس اوراوزاعی رحمھم اللہ۔[29] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے سب شرکاء پر لازم تھا کہ وہ آپ کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے اور آپ کی رائے کے بغیر کوئی ایسا اہم مسئلہ جس میں شرعی حکم واضح نہ ہو اراکینِ مجلس طے نہیں کریں گے جب تک کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی رائے اس بارے میں سامنے نہ آجائے۔ ارکانِ شوری اس قاعدہ کی مکمل رعایت رکھتے تھے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں ہم آپس میں مسائل میں اختلاف (بحث و تحقیق) کرتے تھے پھر امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ نے اپنی جیب سے اس کا حل نکال کر دے دیا ہے۔[30]

مسائلِ مہمہ میں اکابر کی طرف رجوع کی روایت

ابن عبد البر نے اس حوالے سے ایک واقعہ امام ابو یوسف کی زبانی لکھا ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں آیا اور مختلف حلقوں میں گھوم کر قرآنِ کریم کے حوالہ سے کچھ سوالات کرنے لگا، اس وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مکہ میں مقیم تھے۔ لوگ اس کے سوالوں میں گھسنے لگے۔ مجھے لگا کہ یہ کوئی شیطان ہے جو انسانوں کی صورت میں آیا ہے۔ ہمارے حلقہ میں آکر اس نے سوالات کیے تو ہم نے بتایا کہ ہمارے شیخ یہاں موجود نہیں۔ اور ہم ان کے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ جب واپس آئے تو ہم نے قادسیہ کے مقام پر آپ کا استقبال کیا، اہل وعیال کی خیر خیریت معلوم کی، کچھ اطمینان کے بعد ہم نے عرض کیا کہ حضرت ایک مسئلہ پیش آیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ یہ کوئی فتنہ والا سوال ہے اور ڈرے کہ کہیں ہم نے آپس میں کوئی بحث کی ہو گی۔ آپ نے فرمایا: کیا سوال ہے؟ ہم نے بتایا۔ آپ نے پوچھا تم لوگوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور ہمیں ڈر تھا کہ آپ ناراض ہوں گے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے یہ سن کر بہت خوش ہوتے ہوئے فرمایا "جزاکم اللہ خیراً، جزاکم اللہ خیراً"۔ میری یہ وصیت محفوظ کرلو کہ ہر گز اس طرح کے مسائل میں بحث نہ کرنا، اللہ تعالی مجھے اور تمہیں شیطان مردود سے محفوظ رکھے۔[31] بلکہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی بھی پابندی کروائی تھی کہ خود اراکینِ مجلس بھی کسی شخصی رائے پر فیصلہ نہ کریں جب تک کہ دیگر اراکینِ شوری سے مشورہ نہ کرلیں۔ خطیبِ بغدادی بتاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد جو آپ سے مذاکرہ کرتے تھے ان میں ابو یوسف، زفر، داؤد طائی، اسد بن عمرو، عافیہ اودی، قاسم بن معن، علی بن مسہر،

مندل بن علی، حبان بن علی شامل تھے اور جب یہ حضرات مسائل میں غور وخوض کرتے تو اگر عافیہ حاضر نہ ہوتے تو امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے مسئلہ کو نہ اٹھاؤ جب تک عافیہ نہ آ جائیں پھر عافیہ آ جاتے اور ان کی موافقت کرتے تو امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے اب اسے تحریر وضبط کر لو اور اگر وہ موافقت نہ کرتے تو امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے اسے نہ لکھو (کیوں کہ اتفاقِ رائے نہیں۔)[32]

(2) ارا کینِ شوریٰ کی علومِ شرعیہ میں مہارت

اس مجلس کا دوسرا اصول یہ تھا کہ اس کے جملہ ارکان علومِ شرعیہ کے ماہر ہوں گے۔ خاص کر حفظِ قرآن بنیادی شرط تھی جیسا کہ امام محمد کے ساتھ پیش آمدہ مشہور واقعہ سے معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں۔ ہوا یوں کہ امام محمد کی عمر جب چودہ سال ہوئی تو آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ امام محمدؒ نے پوچھا: آپ اس لڑکے کے بارے کیا کہتے ہیں جس کو عشاء کی نماز پڑھ کر احتلام ہو گیا۔ کیا وہ عشاء کی نماز دہرائے گا؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے چپل اٹھائی اور ایک کونے میں جا کر نمازِ عشاء کا اعادہ کیا۔ یہ پہلا مسئلہ تھا جو آپ نے امام صاحب رحمہ اللہ سے سیکھا۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کو یہ طرزِ عمل بہت پسند آیا اور فرمایا: یہ بچہ ان شاء اللہ کامیاب (سعادت مند) رہے گا پھر جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے امام محمد کے دل میں فقہ کی اہمیت ڈال دی۔ آپ امام صاحب رحمہ اللہ کی مجلس فقہ کی جلالتِ شان تو دیکھ ہی چکے تھے۔ چنانچہ آپ علمِ فقہ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے قرآنِ کریم حفظ کر لو کیونکہ امام صاحب کی طرز پر فقہ پڑھنے والے کو اس کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی تھی کیوں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے جب تک قرآن کریم سے دلیل دستیاب ہو آپ دوسری طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے تھے اور قرآنِ کریم دلیل میں آپ کے نزدیک سب سے اوپر ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کے عمومات آپ کی نظر میں قطعیت کا حکم رکھتے ہیں جب تک کہ انہیں کوئی تخصیص لاحق نہ ہو جائے۔ اس وقت امام محمد کو قرآن مضبوط طور پر یاد نہیں تھا۔ یہ سن کر امام محمد سات دن تک غائب رہے پھر اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے قرآن حفظ کر لیا ہے۔ ایک دفعہ امام محمد نے امام صاحب رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا یہ مسئلہ کسی نے تمہیں بتایا ہے یا تم نے اپنے ذہن سے نکالا ہے؟ انہوں جواب دیا کہ اپنے ذہن سے نکالا ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے تو بڑے باکمال لوگوں کی مانند سوال کیا ہے۔ ہمارے پاس ہمارے حلقہ میں اب مستقل بیٹھا کرو۔ اس وقت سے امام محمد مکمل طور سے امام صاحب رحمہ اللہ کی مجلسِ علمی میں حاضر ہونے لگے، مجلس میں طے ہونے والے

مسائل کے جوابات لکھنے لگے اور ان کو مدون کرنے لگے۔ چار سال اسی تن دہی سے آپ مصروفِ عمل رہے یہاں تک کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا۔۔۔[33]

یوسف بن خالد سمتی ان اراکینِ مجلس کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا اور عثمان بتی کے پاس حاضر رہتا تھا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب تو مجھے علم کا حظِ وافر مل گیا ہے۔ پھر مزید کی تلاش میں، میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔ جب میں امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا اور ان کے پاس ان کے شاگرد بھی بیٹھے تھے تو میں نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بہت چھوٹا محسوس کیا۔ گویا کہ میں نے علم سنا ہی نہیں اور ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر پردہ تھا جو ان لوگوں کی وجہ سے ہٹ گیا۔[34] ابراہیم بن فیروز کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا کہ ایک دن میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مسجد میں دیکھا کہ اہل مشرق و مغرب کو فتوی دے رہے ہیں اور بڑے بڑے فقہاء اور بہترین لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہیں۔[35]

امام زفرؒ کا امام ابو حنیفہ کی طرف رجوع کا واقعہ

ان ارکانِ شوریٰ کو تیار کرنے میں امام ابو حنیفہ نے بڑی محنت اٹھائی تھی جیسا کہ امام زفرؒ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کی طرف منتقل ہونے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ امام زفر پہلے اصحابِ حدیث میں سے تھے علمِ حدیث اور فنِ روایت میں آپ کا اشتغال زیادہ تھا۔ ایک دفعہ امام زفر اور ان کے شاگردوں کے سامنے ایک مسئلہ آیا جس نے انہیں تھکا دیا تو یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئے اور آپ سے وہ سوال کیا، آپ نے جواب دیدیا۔ اس پر امام زفر نے پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے دیا؟ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا: فلاں حدیث اور فلاں قیاس سے۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا: اچھا اگر مسئلہ کی صورت یوں ہو جائے تو کیا جواب ہو گا؟۔ امام زفر کہتے ہیں کہ اس دوسرے میں تو میں نے اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ بے بس محسوس کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مجھ پر مزید سوالات بڑھائے اور پھر ان کے جواب بھی دیے اور دلائل بھی بیان کیے۔ امام زفر کہتے ہیں کہ میں یہاں سے اٹھ کر اپنے شاگردوں کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ مسائل رکھے تو وہ لوگ تو مجھ سے بھی زیادہ ان کے جواب سے نابلد تھے۔ میں نے انہیں ان کے جواب اور دلائل بتائے تو وہ کہنے لگے یہ سب علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ میں نے بتایا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے۔ اس کے بعد امام زفر امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف مستقل منتقل ہو گئے یہاں تک کہ ان کا شمار ان اکابرِ عشرہ میں کیا گیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں مدون کیں۔[36]

اس مجلسِ شوری کو اپنی علمی حیثیت کی وجہ سے لوگوں کے حسد کا بھی سامنا کرنا پڑا جس کی ایک مثال یا دلیل یہ قصہ ہے کہ ایک دفعہ کسی باغ کے مقدمہ کی گواہی میں قاضی ابن ابی لیلی نے امام ابو حنیفہ کے ایک شاگرد کی گواہی اس بنیاد پر رد کر دی کہ اس کو باغ کے درختوں کی تعداد معلوم نہیں تھی۔ چنانچہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور ابن ابی لیلی سے کہو کہ آپ بیس سال سے کوفہ کی مسجد میں فیصلے کر رہے ہیں اس مسجد میں ستونوں کی کل تعداد آپ کو معلوم ہے؟ اس پر ابن ابی لیلی لاجواب ہوگئے اور اس کی گواہی کو قبول کیا۔ اس واقعہ کے بعد ابن ابی لیلی نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا اس خزاز (تاجرِ ریشم) کے پاس سے ہمیشہ میرے پاس کڑکتی بجلیاں ہی آتی ہیں۔ اس سے مجھے کون بچائے گا۔ یہ رات کو مسائل تیار کرتا ہے اور دن کو مجھ پر مارتا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر **جن میں کوئی صلاح نہیں**۔ میں اپنے کمرہ عدالت میں ضرور اس کی گواہی کو باطل قرار دوں گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ کو جب حضرت ابن ابی لیلی کی یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا: وہ جو چاہیں کوشش کرلیں۔[37]

(3) طرزِ استنباط میں کلیت کی رعایت

ایک اصول اس مجلسِ اجتہاد کا یہ تھا کہ کسی مسئلہ پر بحث جزوی نوعیت کی نہ ہو بلکہ اسے کلیت (Totality) کے تناظر میں دیکھا جائے۔ معاملے کے صرف ایک رخ کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور تمام مالہ وماعلیہ کے ساتھ اس پر بحث ومناقشہ ہو۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تمام صورتوں اور جہتوں کو زیرِ غور لاکر اس کا حل معلوم کیا جاتا تھا۔ آپ کا فقہ سکھانے کا طرز یہ تھا کہ آپ جب اپنے شاگردوں کے سامنے مسائل پر بحث کرتے تو اس مسئلہ میں ایک احتمال ذکر کرتے اور اس کی تائید کرتے، اپنے پورے علم کے ساتھ اس کے تمام اطراف کا احاطہ کرتے ہوئے شاگردوں سے پوچھتے کہ تمہارے پاس اس کے مقابلہ میں کیا ہے۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ ان کے پاس اس پہلے قول کے مقابلہ میں کوئی دلیل وبرہان نہ پاتے اور یہ سارے حاضرین اس پہلی رائے کو تسلیم کرلیتے تو امام صاحب رحمہ اللہ ایک دوسرا قول بیان کرتے اس طور پر کہ شرکاءِ مجلس اس دوسری رائے کے صحیح ہونے پر قانع ہوجاتے۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ ان سے پوچھتے اس دوسری رائے کے بارے میں کوئی سوال واعتراض ہے تو بتائیں۔ پھر جب آپ محسوس کرتے اس کی مخالفت میں ان کے پاس کچھ نہیں تو آپ ایک تیسری صورت بھی بیان کرتے پھر سب اس رائے کی طرف بحث کے ذریعہ متوجہ ہوجاتے۔ آخر میں امام صاحب رحمہ اللہ ان سب صورتوں میں سے ایک کی تصویب وتصحیح کا فیصلہ مضبوط ترین دلائل کے ذریعے فرماتے۔ فقہ سکھانے اور سیکھنے کے اس طرزِ عمل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد منفرد تھے۔[38]

امام محمد بن الحسن الشیبانی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ جب بغداد گئے تو ایک موقعہ پر آپ کے تمام شاگردان جمع ہو گئے جن میں ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو اور دیگر آپ کے متقدمین اصحاب شامل تھے۔ ایک مسئلہ پر بحث شروع ہوئی اور سب نے اس کو دلائل کے ساتھ مضبوط کیا اور آپس میں طے کیا کہ جب امام صاحب رحمہ اللہ آئیں گے تو ہم سب سے پہلے اسی مسئلہ کو پوچھیں گے۔ چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو سب سے پہلے اسی مسئلہ کو پوچھا گیا اور آپ نے ان کے برخلاف جواب دیا۔ اس پر حلقہ میں شاگردوں نے تعجب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ کیا کہتے ہو؟ کہنے لگے: کیا اس کا جواب ایسا نہیں!۔ آپ نے پوچھا: یہ جواب تم لوگ دلیل سے دے رہے ہو یا بغیر دلیل کے۔ کہنے لگے: دلیل کے ساتھ۔ فرمایا: دلیل لاؤ۔ چنانچہ آپ نے ان سے مناظرہ شروع کیا یہاں تک کہ دلائل کے ذریعہ آپ نے اپنی بات ثابت کی اور سب آپ کی رائے پر متفق ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اچھا اگر کوئی تمہیں یہ کہے کہ تمہارا قول ہی درست تھا اور یہ میری والی رائے غلط ہے تو تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ قول صحیح ثابت ہوا ہے۔ اب امام صاحب رحمہ اللہ نے پھر مناظرہ شروع کیا یہاں تک کہ اس دوسرے قول کو صحیح ثابت کر دیا۔ اس پر شاگرد کہنے لگے حضرت آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی، قول ہمارا ہی درست تھا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دونوں قول غلط ہیں اور تیسرا درست ہے۔ پھر؟ کہنے لگے یہ تو ممکن نہیں۔ آپ نے پھر بحث شروع کی اور تیسرا قول بھی ثابت کر دیا چنانچہ انہوں نے اقرار بھی کیا۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: دیکھو صحیح قول تو وہی پہلا والا ہے جو میں نے تمہیں جواب دیا تھا لیکن اس مسئلہ کے یہ تینوں پہلو یا احتمال نکلتے ہیں لیکن پہلا ہی صحیح ہے لہذا اسی پہلے کو اختیار کرو اور باقی سب کو چھوڑ دو۔[39]

آپ کا یہ خاص اندازِ تربیت تھا کہ بڑے کبار علماء آپ کی مجلس سے اسی لئے استفادہ کرتے تھے کہ آپ کے پاس سب علم ایک جگہ اکٹھا مل جاتا تھا بلکہ فقہاء جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھتے تو پھر آپ ہی کے ہو رہتے۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ سعید ابنِ ابی عروبہ جب کوفہ آئے تو میں انکے پاس آمد و رفت رکھتا تھا۔ ان کو بتایا گیا کہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھتا ہوں تو انہوں نے کسی مسئلہ میں مجھ سے بات کی تو فرمایا: اے یعقوب! تم نے مضبوط کلام کیا ہے۔ تم نے یہ باتیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی۔ فرمایا: بہت ہی اچھی بات ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ پھر مجھے پتہ چلا کہ آپ خود امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور کئی مسائل میں امام صاحب رحمہ اللہ سے بحث کی۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہنے لگے کہ جو علوم ہم نے مختلف اساتذہ سے حاصل کیے تھے وہ سب آپ کے پاس **اکٹھے** مل گئے۔[40]

(4) فقہِ تقدیری کی تدوین

اس حلقہ درس کا ایک اصول یہ تھا کہ آپ حاضرینِ مجلس سے نت نئے سوالات پوچھتے اور ان پر بحث کرتے۔ اگر کوئی باہر کا آدمی آپ سے سوال کرتا تو آپ اسے بھی مجلس میں پیش کرتے اور ایسے سوال کرنے والوں کی آپ حوصلہ افزائی کرتے اور بالکل بھی انقباض کا مظاہرہ نہ کرتے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں آپ سے لوگ سوالات کرتے اور آپ ان کو حل کرتے۔ اگر کسی کے پاس سوالات نہ ہوتے تو آپ اپنی طرف سے حاضرینِ مجلس سے سوال پوچھتے۔ پھر سوالات کے جوابات میں جو آپ کا امتیاز تھا وہ یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جواب کو شرطوں کے ساتھ مشروط کرتے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ جواب ہو گا اور اگر ویسا ہو تو وہ جواب ہو گا۔ یہ جو مختلف صورتوں کے ساتھ جواب دینا ہے اور مسائل فرض کرکے ان کا حل نکالنا ہے اس میں آپ دیگر ہم عصر علماء سے ممتاز تھے۔ آپ سے پہلے حضراتِ علماء سے سوال کیے جاتے تو وہ حضرات عموماً صرف صورتِ مسئولہ کا جواب مرحمت فرماتے لیکن یہ جو باقاعدہ مقصد بنا کر سوالات اور احتمالات پیدا کرنا پھر (شرطوں کے ساتھ) ان کا جواب دینا اس کی بنیاد امام ابو حنیفہ ہی نے رکھی ہے اور اس میں صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ منفرد ہیں اور آپ نے ہی اس طرزِ تفقہ کی بنیاد رکھی جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ خوارزمی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سریجؒ جو امام شافعیؒ کے اصحاب میں سب سے مقدم ہیں انہوں نے سنا کہ ایک جاہل آدمی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی برائی کر رہا ہے تو فرمایا: اے اللہ کے بندے! تم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عیب جوئی کر رہے ہو جب کہ علم کے چار حصوں میں سے تین حصے آپ کے لیے مسلّم اور طے شدہ ہیں اور چوتھے حصے میں بھی آپ دیگر کے ساتھ شریک ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا اس لئے کہ علم سوال اور جواب کا مجموعہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے سوالوں کی بنیاد ڈالی لہذا یہ آدھا علم تو آپ کا ہوا۔ پھر آپ نے جوابات بھی دیے تو آپ کے مخالفین نے بعض کے بارے میں کہا کہ آپ نے صحیح جواب دیا اور دیگر بعض کے بارے میں کہا کہ آپ نے خطا کی۔ اگر آپ کے صحیح اور غلط جوابوں کا ہم موازنہ کریں تو اس آدھے کا آدھا آپ کے لئے مسلّم ہے لہذا آپ کے لئے تین چوتھائی پورا کا پورا ثابت ہوا اور بقیہ ایک چوتھائی میں آپ صحت وصواب کا اور آپ کے مخالفین خطا و غلطی ہونے کا دعوی کرتے ہیں تو آپ یہ آخری چوتھائی بھی پورا ان کے حوالہ نہیں کرتے۔ یہ سن کر اس آدمی نے اپنی بات سے توبہ کی۔[41]

امام صاحب اور علم الشروط

ابو سلیمان الجوز جانی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک دفعہ محمد بن عبد اللہ قاضی بصرہ کہنے لگے کہ ہم اہل کوفہ سے شرطوں کے بیان (علم الشروط) میں زیادہ بصیرت اور نظر رکھتے ہیں۔ میں نے کہا: انصاف کی بات کرنا علماء کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ شرائط کی بنیاد (یعنی کون سی شرط پائی جائے گی تو کیا حکم ہو گا، اگر شرط نہ پائی گئی تو کیا حکم ہو گا) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے رکھی ہے اور آپ حضرات نے تو بس کچھ کمی یا زیادتی کی ہے اور ان کے الفاظ (تعبیرات) کو خوب صورت کر دیا۔ اگر ایسی بات نہیں تو لائیے اپنی شرطوں کو اور اہل کوفہ کی شرطوں کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے اور کہا تسلیم حق ہی بہتر ہے۔

علی بن مسہر ایک بڑا دلچسپ واقعہ بتاتے ہیں کہ ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبد اللہ بن مبارکؒ آئے اور پوچھا کہ ایک آدمی نے (گوشت کی) دیگچی آگ پر چڑھائی پھر ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا۔ اب اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس بارے میں کیا حدیث ہے؟ تو ان حضرات نے ابن عباس رضی اللہ عنھما کا اثر نقل کیا کہ شوربہ کو گرا دیا جائے اور گوشت کو دھو لیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم بھی یہی کہتے ہیں البتہ اس میں ہمارے نزدیک ایک شرط ہے وہ یہ کہ اگر وہ پرندہ اس میں گرا ہے جب کہ دیگچی ٹھنڈی ہو پھر تو حکم یہی ہے لیکن اگر دیگچی جوش مار رہی ہو اور پرندہ گر جائے تو پھر یہ گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا حضرت ایسا کیوں؟ فرمایا اسلئے کہ جب وہ پرندہ ابلتی حالت میں گرے گا تو اس مردار کی نجاست (شدید حرارت کی وجہ سے) اس کے گوشت میں سرایت کر جائے گی اور حالت سکون میں گرا تو وہ گوشت صرف گندا ہو گا لہذا اس کو دھو لیا جائے گا۔ یہ سن کر ابن مبارک نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا: ھذا زرین یعنی یہ تو بڑی زریں (آبِ زر سے لکھنے کے قابل) بات ہے۔[42] اس واقعہ کو مشہور مالکی عالم ابن رشدؒ ذکر کرنے کے بعد اس فیصلہ کو عین فقہ قرار دے کر ایک حدیث سے تائید بھی پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس گھی کے بارے میں جس میں چوہا گر کر مر جائے فرمایا اگر جامد ہو تو کھا لو اور اگر وہ گھی مائع حالت میں ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔[43]

فقہِ تقدیری کی تدوین پر قوتِ اعتماد

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اپنی اس صفت (فقہِ تقدیری کی تدوین) پر بڑا اعتماد تھا اور آپ یہ سمجھتے تھے کہ یہ وضعِ سوالات اور شروط والا عمل ان شاءاللہ پوری امت کے لیے فائدہ مند ہو گا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب حضرت قتادہ سے آپ نے عجیب سوالات کئے تو ان کے جواب پر آپ نے جو ارشاد فرمایا اس سے یہی اعتماد ظاہر ہوتا ہے۔ خطیبِ بغدادی نضر بن محمد کی روایت سے اس کی تفصیل اس

طرح لکھتے ہیں کہ حضرت قتادہؒ کوفہ تشریف لائے اور ابو بردہؒ کے گھر ٹھہرے۔ایک دن باہر تشریف لائے تو ایک کثیر مجمع عام آپ سے استفادہ کے لیے موجود تھا۔ قتادہ کہنے لگے: واللہ ! آج کے دن جو بھی مجھ سے حلال و حرام کے متعلق سوال کرے گا میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے ابو الخطاب! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو کئی سال اپنی بیوی سے غائب رہا یہاں تک کہ اس عورت نے یہ سمجھ کر کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا ہے دوسری شادی کر لی اس کے بعد وہ پہلا شوہر واپس آگیا۔ اب آپ اس کے مہر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ کہ کر امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رفقاء سے جو آپ کے ساتھ تھے کہا اگر یہ کوئی حدیث روایت کریں گے تو غلطی کریں گے اور اگر اپنی رائے بیان کریں گے تو خطاء کریں گے۔ قتادہ نے جواب دیا: خدا کے بندے! ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ کہنے لگے: پھر ایسے سوالات کیوں کرتے ہو جو پیش ہی نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا: ہم مصیبت آنے سے پہلے اس کے لئے تیار رہنا چاہتے ہیں تا کہ جب مصیبت آئے تو ہمیں پہلے ہی سے اس سے نجات کی صورت معلوم ہو۔ حضرت قتادہؒ نے کہا قسم بخدا میں تم سے حلال و حرام (فقہ) کے متعلق کچھ نہ کہوں گا۔ مجھ سے تفسیر کی کوئی بات پوچھو۔ امام ابو حنیفہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا آپ اللہ تعالی کے اس ارشاد{قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ} کے بارے میں کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا: ہاں اس سے مراد آصف بن برخیا بن شمعیا ہے جو حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام کے کاتب تھے اور اللہ تعالی کے "اسمِ اعظم" سے واقف تھے۔ امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کیا حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس" اسمِ اعظم" کو جانتے تھے؟ قتادہ نے فرمایا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ نبی کے زمانے میں کوئی ایسا شخص ہو جو اس نبی سے زیادہ علم والا ہو؟ (یہ سوال سن کر) قتادہؒ نے کہا قسم بخدا میں تمہیں تفسیر کے متعلق کچھ نہیں بتاوں گا۔ بلکہ مجھ سے کوئی ایسی بات پوچھو جس میں (علم عقیدہ کے) علماء نے اختلاف کیا ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کھڑے ہوئے اور کہا اے ابو الخطاب کیا آپ مومن ہیں؟ قتادہ نے فرمایا ہاں یہی امید رکھتا ہوں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں؟ (یعنی محض رجاء و امید کا درجہ کیوں) انہوں نے کہا حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنا پر{وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ} امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا آپ نے حضرت ابراہیمؑ کے قول{قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى} کے مطابق یہ کیوں نہیں کہا "بَلَى" (ہاں میں یقینا مومن ہوں) حضرت قتادہؒ غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور واپس گھر میں داخل ہو گئے اور قسم کھالی کہ آئندہ ان سے (کسی موضوع پر) بات نہیں کریں گے۔[44]

آپ کی یہ وہبی بصیرتِ فقہی تھی کہ مخالفین آخر کار مان جاتے تھے چنانچہ آپ کے ہم عصر فقیہ ابن شبر مہ کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر بہت تنقید کرتا تھا ایک دفعہ میں حج کے لیے گیا تو دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ایک مجمع لگا ہوا ہے جو آپ سے سوالات کر رہا تھا۔ میں ایسی جگہ کھڑا ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو پتہ نہ چلے۔ اسی اثناء میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ ایک مسئلہ نے مجھے عاجز کر دیا ہے وہ یہ کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اگر میں اس کی شادی کراؤں تو وہ اسے طلاق دے دیتا ہے اور اگر اس کو باندی دلاؤں تو اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ اب میں اس سے عاجز آ گیا ہوں۔ تو اس کا کیا حل ہے؟ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فی الفور فرمایا اس کا حل یہ ہے کہ تم ایسی باندی خریدو جو اس کو پسند ہو پھر اس کی اس سے شادی کرا دو اگر وہ طلاق بھی دے تو وہ باندی تمھاری ہی ملکیت رہے گی۔ تو میں سمجھ گیا کہ وہ فقیہ ہیں اس دن کے بعد میں نے ان کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا۔[45] ایسا ہی واقعہ امام لیث بن سعد نے بھی مشاہدہ کیا تو فرمایا واللہ! آپ کے قول سے مجھے اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا آپ کے سرعتِ جواب پر مجھے حیرت ہوئی۔[46] سوالات کا جواب دینا آپ کو اتنا پسند تھا کہ اس کے علاوہ کلام کرنا آپ کو پسند ہی نہیں تھا چنانچہ آپ کے صاحبزادے حماد فرماتے ہیں کہ میرے والد حسین و جمیل تھے، گندمی رنگت والے، خوب صورت شخصیت کے مالک، خوشبو میں رچے بسے رہنے والے، آپ بات نہیں کرتے مگر کسی **سوال کے جواب** میں اور لایعنی میں غور بھی نہیں کرتے نہ اس کو توجہ سے سنتے تھے۔[47] جعفر بن الربیع کہتے ہیں کہ میں پانچ سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس رہا۔ میں نے آپ سے زیادہ خاموش رہنے والا نہیں دیکھا لیکن جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تو آپ کھل جاتے اور گویا ایسے بہتے جیسے وادی میں پانی بہتا ہے اور میں آپ کی سرگوشیاں بھی سنتا اور بلند آواز کے کلام کو بھی سنتا۔[48]

(5) حالاتِ حاضرہ، احوالِ زمانہ سے واقفیت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہؒ کی یہ مجلس محض علمی مجلس نہیں تھی بلکہ اس میں حالاتِ حاضرہ، احوالِ زمانہ سے بھرپور واقفیت رہتی تھی اور جو واقعات پیش آتے تھے ان پر بھرپور علمی تبصرے اور فقہی تجزیے ہوتے تھے۔ اراکینِ مجلس معاصر علماء کے فتاوی اور فیصلوں کی خبر امام صاحب رحمہ اللہ کو دیتے اور آپ ان پر اپنی عالمانہ رائے اور مجتہدانہ نقد و نظر کے ساتھ تجزیہ و تحلیل کرتے۔

ایک واقعہ (قاضی ابن ابی لیلیٰ کا محاکمہ)

ایک واقعہ سے اس نکتہ پر روشنی پڑتی ہے کہ ایک دفعہ قاضی ابن ابی لیلی نے ایک مجنونہ عورت پر حد قذف جاری کر دی جو کسی طرح بھی مناسب نہ تھی۔ حسن بن زیادؒ تفصیلِ واقعہ اس طرح بتاتے ہیں کہ کوفہ میں ایک پاگل عورت تھی، اس نے ایک دفعہ ایک آدمی کو "یا ابن الزانیَین" کہ دیا یعنی "اے دو زنا کرنے والوں کے بیٹے" وہاں ابن ابی لیلی بھی موجود تھے یہ سن کر اس آدمی

سے بولے اسے میرے پاس مسجد میں حاضر کرو اور اس پر آپ نے دو حدیں جاری کر دیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا: ابن ابی لیلی نے اس مقدمہ میں چھ جگہ غلطی کی۔ اول یہ کہ مسجد میں حد جاری کی حالانکہ حدود کا اجراء مسجد میں نہیں کیا جاتا۔ دوم یہ کہ اس کو کھڑا کر کے حد لگائی حالانکہ خواتین کو بٹھا کر حد لگائی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ باپ اور ماں کی الگ الگ حد لگائی حالانکہ اگر ایک آدمی پوری جماعت پر تہمتِ زنا لگائے تو بھی اس پر ایک ہی حد لگتی ہے۔ چہارم یہ کہ دونوں حدیں ایک ساتھ لگا دیں جب کہ اگر ایک آدمی پر دو حدیں لگانی ہوں تو جب پہلی حد کا اثر ہلکا پڑ جائے پھر دوسری لگائی جاتی ہے۔ پنجم یہ کہ مجنونہ پر تو حد ہوتی ہی نہیں ۔ششم یہ کہ حد اس کے ماں باپ کی وجہ سے لگائی حالانکہ وہ دونوں غائب ہیں اور انہوں نے حاضر ہو کر کوئی دعوی دائر ہی نہیں کیا۔ یہ باتیں جب ابن ابی لیلی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے امیر کو شکایت کی۔ امیر نے امام صاحب رحمہ اللہ کو روک دیا اور کہا آئندہ یہ فتوی نہیں دیں گے چنانچہ آپ نے کچھ دن فتوی نہیں دیا۔ پھر ولی عہد کا ہی کوئی قاصد آیا اور کچھ مسائل آپ سے استفسار کیے۔ آپ نے عذر کر دیا کہ میرے فتوی دینے پر پابندی ہے۔ اس پر وہ قاصد امیر کے پاس واپس گیا امیر نے کہا آپ کو اجازت ہے پھر آپ دوبارہ فتوی کے لئے بیٹھے۔ [49] اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے قاضیوں اور ان کے فیصلوں سے باخبر ہو کر ان پر شرعی رائے قائم فرماتے تھے اور آپ کی دیانت بھی پتا چلتی ہے کہ جب امیر نے فتوی دینے سے منع کیا تو اطاعت کی حتی کہ انہی دنوں آپ کی صاحبزادی نے آپ سے دانتوں سے خون نکلنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے بھائی حماد سے پوچھو کیونکہ مجھے فتوی دینے سے روک دیا گیا ہے۔ [50]

دوسرا واقعہ (حدیث میں تعدد اسناد کا اشکال و جواب)

دوسرا واقعہ یوں ملتا ہے کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ آیا اور میں نے لوگوں کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سنائی عمرو بن دینار سے جو انہوں نے روایت کی جابر بن زید سے۔ تو لوگ کہنے لگے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں وہ جابر بن زید ہی ہیں۔ ان لوگوں نے یہ بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ذکر کی تو آپ نے کہا: تم لوگ پریشان نہ ہو چاہو تو اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ سے روایت کر لو چاہو تو جابر بن زید سے۔ [51] شاید آپ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ جابر بن عبد اللہ کی سند اسلئے صحیح ہے کہ میں نے خود عمرو بن دینار سے سنی اور جابر بن زید کی سند بھی صحیح ہے اسلئے کہ سفیان بن عیینہ نے سنی اور وہ ثقہ ہیں اور دونوں سندوں کے اثبات میں کوئی محظور لازم نہیں آتا کیوں کہ عمرو ابن دینار کا سماع دونوں سے ثابت ہے۔ لہذا اس روایت کی دو سندیں عمرو بن دینار کے پاس ہیں اور انہوں نے دو مختلف وقتوں میں یہ سندیں سنائیں

لہذا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ بہر حال اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شاگردوں نے سفیان بن عینہ کا اعتراض باقاعدہ امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نہ صرف دوسروں کے افکار سے باخبر رہتے تھے بلکہ اپنے متعلق پیش ہونے والے اعتراضوں کا باقاعدہ جواب بھی مرحمت فرماتے تھے۔ اس مجلس میں صرف فقہی مسائل پر تبصرے اور تجزیے نہیں ہوئے بلکہ سیاسی معاملات اور ملکی حالات پر بھی امام صاحب رحمہ اللہ نے عالمانہ اور ناقدانہ نظر رکھی ہوئی تھی اور دورانِ درس اہلِ حق کی کھلے عام تائید بھی خوب کرتے تھے اور اپنے خیال کے مطابق حق کی عزیمت کے ساتھ کھلے بندوں خوب حمایت کرتے اور اس سلسلہ میں حاکمِ وقت کے ظلم وجبر کے اندیشہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن رحمہ اللہ کے خروج کے وقت بہت زیادہ کھل کر ان پر کلام اور ان کی حمایت کرتے تھے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ رکنے والے نہیں یہاں تک کہ ہماری گردنوں میں رسیاں نہ ڈال دی جائیں۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ عباسی بادشاہ منصور کا خط عیسی بن موسی کے پاس آیا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ہماری طرف بھیج دو۔ چنانچہ میں صبح امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس گیا تو آپ کا چہرہ ذرا اداس تھا۔ پھر آپ کو بغداد لے جایا گیا اور آپ پندرہ دن ہی زندہ رہے کہ آپ کو زہر پلایا گیا اور اسی میں آپ کی وفات ہوئی۔[52]

خلاصہ بحث (نتائج وتجاویز)

امام صاحب کی یہ فقہی مجلس اکابر اہلِ علم وفضل پر مشتمل تھی۔ اس کی تاسیس بامقصد تھی، اس کے اصولِ استنباط منضبط تھے۔ تلامذہ کے علاوہ دیگر کبار علماءِ عصر مثلاً سفیان ثوری، لیث بن سعد جیسے حضرات بھی حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ مجلس کے فیصلوں پر امام صاحب کے شاگردوں کے علاوہ علماءِ زمانہ کو بھی خوب اعتماد تھا۔ مجلس کے قیام سے یہ فائدہ ہوا کہ رجالِ فقہ تیار ہو گئے، لاکھوں مسائل کا استخراج ہوا، دقیق مباحث، مشکل احادیث کی تحقیق ہوئی اور امت کے لیے ایک مرتب و مدون فقہی ذخیرہ وجود میں آ گیا جس سے اسلامی حکومتوں کے تمام ادوار نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

عصرِ حاضر کئی اعتبار سے نہایت پیچیدہ دور ہے، نت نئے مسائل پیش آ رہے ہیں۔ اگر ان کے حل کے لیے علماءِ راسخین، فقہاء عابدین اسی مجلس کے طرز پر شورائی ہیئت، اجتماعی نوعیت کے ادارے تشکیل دے کر حوادث ونوازل کا حل تلاش کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ ابلاغ وارسال کے جدید ذرائع نے جو آسانی پیدا کی ہے حدودِ شرع میں رہ کر ان سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا

۔اکثر مسلم ممالک میں اس طرح کے بعض ادارے موجود ہیں جن کو کچھ اصلاح و ترمیم کے بعد اس مفید مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مصادرومراجع

[1] عبد الشہید نعمانی، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت"، الرحیم اکیڈمی ، کراچی، ص: 115،116۔

[2] شبلی نعمانی ،" سیرۃ النعمان"، دارالاشاعت ، کراچی، ص 150۔

رفیع الدین احمد صدیقی ، فقہ حنفی کا ارتقاء(مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی) ، جامعہ کراچی ، ص 134۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تدوینِ قانونِ اسلامی "،اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ص 12، 23۔

[3] مناظر احسن گیلانی، "حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی "، مکتبہ خلیل، لاہور، ص 235۔

[4] حسين بن علي الصيمري، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، عالم الكتب، بيروت، ص21

[5] موفق بن احمد المکی، مناقب الامام الاعظم ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ہند، 1/ 134

[6] حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی، ص 233

[7] حسين بن علي الصيمري، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، عالم الكتب، بيروت، ص22

[8] عبد الرشید النعمانی ، "مقدمة كتاب التعليم لمسعود بن شيبة "، لجنہ احیاء الادب السندی، حیدرآباد پاکستان ص 238

[9] ابراهيم بن محمد بن ايدمر العلائی المعروف ابن دقماق، نظم الجمان فی طبقات اصحابنا النعمان، مخطوطہ، 109/1، 114

مسعود بن شيبة ، "كتاب التعليم"، لجنہ احیاء الادب السندی، حیدرآباد پاکستان ص 333

ظفر احمد التهانوی، ابو حنيفة و اصحابه المحدثون،

محمود حسن ٹونکی، معجم المصنفين، مطبعة وزنكو غراف، بيروت، 55/1، 56

[10] مسعود بن شيبة ، "كتاب التعليم"، لجنہ احیاء الادب السندی، حیدرآباد پاکستان ص 238

[11] محمد بن محمد بن شهاب المعروف ابن البزاز البزازي الكردري، " مناقب الامام الاعظم "، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ہند، ص 166/1

[12] عبد الله بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الحارث السعدي المعروف بابن أبي العوام (335 ھ) ، "فضائل أبي حنيفة وأخباره ومناقبه" ، المكتبة الإمدادية - مكة المكرمة، ص 63

13 علي بن سلطان محمد المعروف ملا علي القاري، مناقب الامام ابی حنیفة , طبع فی آخر الجواهر المضیئة للقرشي, دار الكتب العلمية, بيروت, ص 599

14 شهاب الدين احمد بن حجر الهيتمی، الخيرات الحسان ، شركة دارالارقم، بيروت، ص: 115

15 مناقب للموفق 96/2

16 مناقب للموفق 249/1

17 شهاب الدين احمد بن حجر الهيتمی، الخيرات الحسان ، شركة دارالارقم، بيروت، ص: 114

18 سيد عفيفي، حياة الامام ابي حنيفة ، المطبعة السلفية ، ص 63،القاهرة،مصر

19 عبد الرشيد نعمانی، مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث، الرحيم اکیڈمی ، کراچی، ص 47

20 مناقب للموفق 91/1

21 محمود بن محمود بن محمد الخوارزمی، جامع المسانيد، دائرة المعارف، حيدرآباد دكن، ہند، 1/ 32

22 محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ) ، إعلام الموقعين عن رب العالمين، دار الكتب العلمية – ييروت ، 1/ 66

23 شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى: 748هـ) ، مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه ، میر محمد کتب خانه ، کراچی، ص: 21

24 أخبار أبي حنيفة وأصحابه (ص: 78)

25 جامع المسانيد للخوارزمي (1/ 27)

26 صلاح محمد ابو الحاج ، إمام الأئمة الفقهاء أبو حنيفة النعمان ،مؤسسة الوراق، عمان، ص: 145

27 ابو عمر يوسف بن عبد البر،الإنتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء،مكتب المطبوعات الإسلامية،حلب،ص139، 257

28 سيد عفيفي، حياة الامام ابي حنيفة ، المطبعة السلفية ، ص 57،القاهرة،مصر

29 سيد عفيفي، حياة الامام ابي حنيفة ، المطبعة السلفية ، ص 56،القاهرة،مصر

30 وهبي سليمان غاوجي, ابو حنيفة النعمان, دار القلم ، دمشق ، ص 178

31 الإنتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ص 165، 317

32 ابو بكر احمد بن على بن ثابت الخطيب البغدادى، تاريخ مدينة السلام المعروف تاريخ بغداد، دار الغرب الاسلامى ، بيروت ، (14/ 254)

33 صلاح محمد ابو الحاج ، إمام الأئمة الفقهاء أبو حنيفة النعمان ،مؤسسة الوراق، عمان، ص: 222

34 مناقب للموفق 45/2

35 مناقب ملا علي القاري (ص:582)

36 صلاح محمد ابو الحاج ، إمام الأئمة الفقهاء أبو حنيفة النعمان ،مؤسسة الوراق، عمان، ص: 279

37 المناقب للكردري 237/1

38 صلاح محمد ابو الحاج ، إمام الأئمة الفقهاء أبو حنيفة النعمان ،مؤسسة الوراق، عمان، ص: 210

39 فضائل أبي حنيفة وأخباره لابن أبي العوام ، ص: 111

40 مناقب للموفق ، 44/2

41 محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ)، المبسوط للسرخسي، دار المعرفة ، بيروت ، (1/ 3)

42 الخيرات الحسان ، ص 99

43 محمد بن أحمد بن رشد القرطبي (المتوفى: 520هـ)،البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة، دار الغرب الإسلامي، بيروت ، (1/ 190)

44 ابو بكر احمد بن على بن ثابت الخطيب البغدادى، تاريخ مدينة السلام المعروف تاريخ بغداد، دار الغرب الاسلامى ، بيروت ، (15/ 477)

45 الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ص: 299)

46 الإنتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ص: 300)

47 شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي ، سير أعلام النبلاء ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، (6/ 399)،

48 تاريخ بغداد ت بشار (15/ 476)

49 تاريخ بغداد ت بشار (15/ 480)

50 الإنتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ص: 169، 321)

51 تاريخ بغداد ت بشار (15/ 540)

52 مناقب للموفق 171/2